© rasailojaraid.com

سیاست نبوی

جناب پروفیسر ساجد میر صاحب

سیرتِ طیّبہ کا پیغام، عصرِ حاضر کے نام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل بھی تھے اور ہادیٔ کامل بھی۔ آپ کی راہنمائی اور آپ کا اسوۂ حسنہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ سیاست چونکہ انسان کی اجتماعی زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اس لئے ناممکن تھا کہ سیرت نبوی اس کے بارے میں ایسی نظری و عملی رہنمائی پیش نہ کرے جو عصر حاضر کے لئے بھی نشانِ منزل کا کام دے سکے۔

آج بہت سے لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ دین و سیاست کی دوئی کا مغربی تصور اسلام کے نزدیک قابل قبول نہیں مگر اس کے باوجود اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ایک سچا مذہبی انسان اور بالخصوص ایک دینی راہنما۔ اچھا اور کامیاب سیاستدان نہیں بن سکتا کیونکہ ان کے نزدیک سیاست بہت سی مذہبی اقدار کی قربانی کی متقاضی ہے تاہم سیرت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی و اخلاقی اقدار کو اپنا کر بھی اعلیٰ درجہ کی کامیاب سیاست کی جا سکتی ہے حقیقت یہ ہے کہ جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے بہت سے دوسرے پہلو حیران کن حد تک بے مثال ہیں۔ اسی طرح آپ کی مدبرانہ سیاست دانی Statesmanship بھی بے نظیر ہے بعض مغربی مفکرین کو آپ کی تدبر و سیاست نے اتنا مبہوت کیا ہے کہ انھوں نے یک طرف آپ کے نبی اور مصلح ہونے کے کردار اور دوسری طرف ایک مدبر سیاستدان اور کامیاب حکمران ہونے کے کردار کی حیثیت میں حد فاصل قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال پروفیسر منٹگمری واٹ کی سیرت پر دو الگ الگ کتابیں Muhammad at Mecca اور Muhammad At Medina ہیں۔

یہ تو درست ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدبرانہ سیاست کا واضح تر اظہار اور موقع و محل کی مناسبت سے مدینہ میں ہوا۔ مگر اس سلسلہ میں دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپؐ کی مدنی سیاست بھی آپؐ کے اعلیٰ کردار اور اصولوں کے مطابق تھی اور دوسرے آپؐ کے سیاسی تدبر اور فراست کا کامیاب مظاہرہ مکی زندگی میں بھی بارہا ہو چکا تھا۔

عطائے نبوت سے پہلے ہی آپ مکہ کے ان مدبروں میں نمایاں طور پر شامل تھے جنہوں نے حلف الفضول کے نام سے بڑے بڑے ذی اثر ظالم کے خلاف ہر مظلوم کی مدد کا معاہدہ کیا تھا۔ جاہلی عصبیت اور قبائلی جانبداری کے تیرہ و تاریک ماحول میں انصاف و مروت کی اس شمع کا جلانا یقیناً دور اندیش اور با اصول تدبر کا کارنامہ تھا۔ پھر اسی دور میں جب قریش نے کعبہ کی تعمیر نو شروع کی تو حجر اسود کی تنصیب کا شرف حاصل کرنے کے مسئلہ پر قتل و خون ریزی کی نوبت آنے لگی اس مشکل موقع پر آپؐ ہی کے تدبر و انصاف نے حالات کو سنبھالا حالانکہ مؤرخین اور سیرت نگاروں کے مطابق آپؐ اس وقت عمر، سماجی مرتبہ اور مال و منال کے لحاظ سے قریش کے آمادۂ پیکار سرداروں سے بہت چھوٹے تھے۔

ان دو واقعات سے قطع نظر، مکی زندگی کے تیرہ مشکل سالوں میں پھر آپ نے اپنی با اصول اور جرأت مندانہ قیادت سے نہ صرف مسلمانوں کو ہر ایذاء اور ابتلاء کا حوصلہ مندی اور مستقل مزاجی سے مقابلہ کرنا سکھایا اور برابر انکی ہمت بندھاتے رہے بلکہ بڑے تدبر اور حکمت عملی سے کام لے کر اپنے خاندانی و قبائلی تعلقات، مخالف سرداروں سے براہ راست رابطہ، ہجرت حبشہ، حج اور عکاظ کے میلہ پر نئے روابط کی تلاش وغیرہ کے ذریعہ ایک طویل عرصہ تک اپنے جانی دشمنوں کو شدید مخالفت کے باوجود اپنے اوپر قاتلانہ حملہ سے بھی باز رکھا اور عام مسلمانوں کی اجتماعی قتل و غارت سے بھی پھر آپؐ کی دور اندیشی اور تدبر نے اسلام کی آزادانہ نشو و نما کے لیئے مکہ کے مخالفانہ ماحول سے دور امن و سلامتی کا ایک گہوارہ تلاش کر لیا۔

اہل مدینہ سے اپنی اور اپنے دین کی نصرت و امداد کا جو عہد آپ نے بیعت عقبہ کی صورت میں لیا وہ بھی آپؐ کے اعلیٰ تدبر کا ثبوت ہے۔ اہل مدینہ کو اس بات کا تردد تھا کہ آج اگر وہ آپ کی حمایت میں قریش اور سارے اہل عرب کی مخالفت مول لیں تو کل ان پر غلبہ پانے کے بعد آپ پھر اپنی قوم سے جا ملیں گے اور انصار یکہ و تنہا رہ جائیں گے۔ آپؐ نے بھرپور تبسم کے ساتھ فرمایا بل الدم الدم وَ الھدم الھدم۔ انتم منی وَ انا معکم۔ یعنی میں اور تم ایک ہیں اور ایک ہی رہیں گے تمہارا خون میرا خون اور تمہاری عزت میری عزت۔ آپؐ کے پُروقار انداز اور طرز تکلم نے سارے شبہات دور کر دیئے اور انصار نے دل و جان سے آپ کا ساتھ دے کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بتدریج اسلام کا بول بالا کر دیا۔

جب آپ مدینہ تشریف لائے تو بہت سے پیچیدہ سیاسی و اجتماعی مسائل آپؐ کو درپیش تھے مثلاً (۱) قریش مکہ کی مسلسل عداوت و مخالفت (۲) انصار کے قبیلوں اوس و خزرج کے باہمی اختلافات اور لڑائیاں (۳) مدینہ میں بعض منافقین اور دغوں کا وجود (۴) انصار کے مقابلہ میں یہود مدینہ کی سماجی، اقتصادی و مذہبی بالادستی (۵) مدینہ کا کمزور دفاع (۶) مرکزیت اور قانونی حکومت کا فقدان (۷) کمزور معیشت جسے سینکڑوں مہاجرین کا بوجھ بھی برداشت کرنا تھا۔

ان مسائل کے مقابلہ میں وسائل کی کیفیت یہ تھی کہ نہ حکومت تھی۔ نہ فوج۔ نہ ہتھیار۔ نہ خزانہ یعنی کسی ایک مسئلہ کے حل کے لئے بھی ظاہری اسباب ندارد تھے اس کے باوجود آپؐ نے جس طرح کامیابی سے ان مسائل کا حل فرمایا وہ آپ کے عظیم الشان تدبر اور کامیاب سیاست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور اس میں ہمارے راہنماؤں اور مفکرین کے لیے رہنمائی کا بے پایاں سامان موجود ہے۔ آپؐ نے مدینہ پہنچتے ہی دو ایسے اقدام کئے جنھوں نے اب مسائل کے تسلی بخش حل کی مضبوط بنیاد مہیا کر دی۔ ایک تو آپؐ نے میثاق مدینہ کے تحت مدینہ بلکہ عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مرکزی اتھارٹی قائم کی اور یہود اور اوس و خزرج کے تعلقات میں توازن پیدا کیا۔ نیز اسی میثاق کے ذریعہ بالحاظ مذہب و ملت و بلا امتیاز رنگ و نسل سب اہل مدینہ کو اس نئی شہری مملکت (CITY - STATE) کے دفاع کے لئے آمادہ و تیار کیا۔ دوسرے اپنے پیروکاروں اور جانثاروں میں اتحاد اور قوت پیدا کرنے اور معاشی مسئلہ کے حل کے لیے مؤاخات کے عدیم النظیر ہتھیار سے کام لیا۔ یہ اقدامات آپؐ کی اعلیٰ اصولوں پر مبنی سیاست کاری کا زندہ ثبوت ہیں۔ یہود و منافقین تک کو ایک مرکز کے تحت کرنا۔ شہر میں امن و امان قائم کرنا۔ اور سب شہریوں کو دفاع کے لئے تیار کرنا معمولی کارنامہ نہیں تھا۔ اسی طرح مؤاخات مہاجرین و انصار کے ذریعہ آپؐ نے ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا جس میں محبت، ایثار ہمدردی اور امداد باہمی کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھروں کھیتوں اور کاروبار، ہر چیز میں شریک بنا کر معاشی مشکلات کو بھی دور کیا اور باہمی تعاون کی ایسی فضا بھی پیدا کی جس میں دشمن کا مقابلہ آسان ہو گیا۔

ان اقدامات کو کامیاب بنانے میں ایک طرف آپؐ کے عملی نمونہ اور اخلاق عالیہ خصوصاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضبط وتحمل کی بے نظیر صفت اور دوسری طرف آپکی انتظامی قابلیت وبصیرت کا بہت دخل تھا یہود کی طرف سے اشتعال انگیزی اور خلاف ورزیاں ہوئیں مگر آپؐ نے متعدد بار درگذر کیا البتہ جب معاملہ حد سے بڑھنے لگا تو پھر آپؐ نے ایک قابل منتظم کی طرح مضبوط اقدامات کر کے انکی سرکوبی کی۔ مگر منافقین کے معاملہ میں آپؐ نے مسلسل چشم پوشی اور مروت سے کام لیا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے جنگِ اُحد کے موقع پر غداری کرنے کے علاوہ کئی مرتبہ انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکانے اور باہمی بھائی چارے کی فضا کو مسموم کرنے کی کوشش کی وہ معمولی اختلافات کو ابھار کر کہتا سمن کلبک یاکلک اپنے کتے کو موٹا کرو وہ ایک دن تمہیں ہی کاٹ کھائے گا اور لیخرجن الاعز منہا الاذل اہل عزت اذلی لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔ حضرت عمرؓ جیسے عزت مند صحابہ اور خود اس کے مخلص بیٹے نے متعدد بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے حلم وصبر اور اونچے درجہ کی اخلاقی سیاست کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھیں روک دیا۔ یہ پالیسی بالآخر اتنی کامیاب ہوئی کہ اس کے ساتھی انگلیوں پر گنے جاتے تھے اور اس کے اپنے قبیلہ والے اسے سرزنش وملامت کرتے تھے۔ اسی پالیسی سے آپؐ نے سہیل بن عمرو جیسے مخالفین کو زیر کیا جس نے اپنی خطابت سے عرب بھر میں آپؐ کے خلاف آگ لگا رکھی تھی۔ اور بدر کے قیدیوں میں دیکھ کر آپؐ سے اس کے دانت توڑنے کی اجازت طلب کی گئی تھی کہ آئندہ وہ مخالفت کی آگ بھڑکا ہی نہ سکے مگر آپؐ نے آج کے جمہوری حکمرانوں کو دکھایا کہ جبر کی بجائے حسن سلوک اور عفو وکرم سے بھی سیاسی مخالفین کا منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ یہی سہیل بن عمرو تھا جس نے سات برس بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ہزاروں عربوں کو موثر تقاریر کے ذریعہ ارتداد سے باز رکھا

ضبط وتحمل اور عفو وحلم کے علاوہ، حالات کا جذباتیت سے عاری تجزیہ، مستقل اور دیرپا فوائد کے لئے عارضی نقصان قبول کر لینا مگر اصولوں اور مقاصد کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ وسیع القلبی اور وسعت ظرفی، افہام وتفہیم کے ساتھ فضل واحسان سے مخالف وموافق کے دل میں گھر کر لینا۔ یہ آپؐ کی سیاست کاری کے چند اصول ہیں۔ جن کا ایک اور بہترین مظاہرہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ مستقبل پر نظر رکھتے ہوتے اور امن وامان کے ساتھ تبلیغ دین کا بنیادی حق تسلیم کر لینے کے عوض آپؐ نے صحابہؓ کی خواہشات کے علی الرغم کفار کی بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کڑی شرائط مان لیں۔ حالات نے ثابت کر دکھایا کہ آپکی دور بین نظروں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ کسی کو نظر نہ آیا تھا۔ اس مدبرانہ صلح کے بعد اسلام نے جو بے نظیر ترقی کی یہ اسی کا ثمرہ تھا کہ مکہ سے نکلتے وقت تو آپ کو صرف ایک رفیق کی رفاقت حاصل تھی مگر جب آٹھ برس بعد فاتحانہ شان سے واپس آئے تو دس ہزار قدوسی ہم رکاب تھے۔ پھر اس موقع پر بھی آپ نے سیاست وقیادت کے اپنے انھی آزمودہ اصولوں سے کام لے کر شدید ترین مخالفین کو بھی اپنا جاں نثار بنا لیا۔

ایک با اصول اور کامیاب سیاست دان کے لئے مذکورہ خوبیوں کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اونچے درجہ کا خطیب ہو اور جھوٹ کا سہارا لیئے بغیر عوام کے ذہن کو قابو میں لے سکتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے مدبر سیاست دان ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین اور انتہائی مؤثر خطیب بھی تھے۔ جنگ حنین کے غنائم کی تقسیم کے سلسلہ میں انصار کے ایک طبقہ میں پائی جانے والی بے چینی کو آپ نے اپنی ایک شاہکار تقریر ہی سے دور کیا۔ آپ نے پہلے ان پر اپنے اور اسلام کے احسانات کا ذکر فرمایا۔ الم اتکم ضلالا فھدکم اللہ وعالۃ فاغنکم اللہ واعداءً فالف اللہ بینکم۔ جب میں آیا تو کیا تم گمراہ نہیں تھے اور اللہ نے نہیں ہدایت دی۔ کیا تم فقیر نہیں تھے کہ اللہ نے تمھیں غنی کیا۔ کیا تم دشمن نہیں تھے اور اللہ نے تمھارے دل ملائے انصار نے ان نعمتوں کا اقرار کیا تو فرمایا۔ الا تجیبون یا معشر الانصار۔ تم جواب کیوں نہیں دیتے تم کہہ سکتے ہو کہ جب آپ کے لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔ ہم نے تصدیق کی۔ جب انھوں نے چھوڑا ہم نے مدد کی۔ جب انھوں نے نکالا ہم نے پناہ دی۔ جب آپ کے پاس مال نہیں تھا ہم نے سب کچھ پیش خدمت کیا۔ پھر اپنی بات کو اپنی انتہاء (CLIMAX) تک پہنچاتے ہوئے فرمایا۔ الا ترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیر وتذھبون برسول اللہ الی رحالکم کیا تم پسند نہیں کرتے کہ لوگ تو بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو ساتھ لے جاؤ یہ بھی فرمایا کہ میں تمھارا ہوں اور تمھارا رہوں گا اور بارگاہ الٰہی میں انصار اور انکی اولاد کے لئے دعا بھی فرمائی۔ اللھم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصار۔ آپ کے خلوص اور خطابت کا وہی اثر ہوا جو ہونا چاہیئے۔ انصار کی ڈاڑھیوں تک بہنے والے آنسوؤں نے دلوں کا غبار دھو کر صاف کر دیا۔

آج کے سیاست دانوں کے لیئے سیاست نبوی کا ایک اور اہم سبق دیانت وامانت

© rasailojaraid.com